غالب کی نظم ونثر میں شوخی وظرافت

ڈاکٹر تنویر حسین

Dr. Tanvir Hussain

Assistant Professor, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Mirza Ghalib is a great poet of urdu literature. Humour was a particular quality of his temperament which is found in his poetry, letters and conversation. He makes much use of his sense of humour in different situations. That is why, Maulana Hali gave Mirza Ghalib the title of 'Haiwan-e-Zarif'. In this article, elements of humour and satire found in Ghalib's poetry, letters and in his sayings, have been discussed.

مزاح کی تعریفات مختلف تحقیقی وتنقیدی کتابوں میں بکھری پڑی ہیں۔یعنی مزاح سنجیدگی کا اُلٹ اوراس کا توڑ ہے۔ اسے غم کا مداوا بھی کہا جا سکتا ہے۔مزاح کسی معاشرے میں پائی جانے والی کسی ناہمواری، خرابی یا کسی برائی کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے۔مزاح اعلیٰ ظرفی کا بھی دوسرا نام ہے۔مزاح سے کسی قوم کے مہذب ہونے کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔اہلِ دانش نے اس پر بھی غور کیا ہے کہ انسان کیوں ہنستا ہے اور انسان جب ہنستا مسکراتا ہے تو اس کے پسِ پردہ کون سے محرکات ہوتے ہیں۔یونانی فلاسفر ارسطو نے ٹریجڈی اور کامیڈی یعنی المیہ اور طربیہ کے حوالے سے کتھارسس (Katharsis) کا نظریہ پیش کیا ہے، اس کا مقصد ہی انسانی مزاج کو متوازن اور درست حالت کی طرف لانا ہے۔المیہ کے ذریعے خوف اور رحم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور انسان کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں۔اس عمل سے انسان کی طبیعت میں پیدا ہونے والا خلل دور ہو جاتا ہے۔اسی طرح طربیہ سے ہنسی جنم لیتی ہے اور یہ ہنسی مزاج میں پائے جانے والے فساد کو رَفع کر دیتی ہے۔

اگر ہم عام زندگی میں بھی مزاح کے عمل دخل کا جائزہ لیں تو ہم جب کسی اجنبی سے ملتے ہیں تو اگر اس اجنبی شخص سے بات کا آغاز کسی لطیف جملے سے کریں تو (اجنبیت کی دیوار گرتی ہوئی محسوس ہوگی)۔اس شخص کے ذہن میں آپ کی کشادہ ذہنی، ایک اپنائیت کا اعتماد پیدا ہو جائے گا اور اُس کے لیے آپ کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ آسان ہو جائے گا۔اچھا مزاح محفل کو پُر رونق بھی بناتا ہے اور شگفتہ اور شیریں لب ولہجہ مباحث و موضوعات کی خشکی کو اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے۔کسی محفل میں مزاح "Mature Defence Mechanism" کے طور پر بروئے کار لایا جاتا ہے۔اگر کسی شخص کا مذاق اُڑایا جائے تو وہ شخص اگر دانش رکھتا ہے تو اپنے اس مذاق کو اَحسن طریقے سے سنبھال سکتا ہے۔اگر پست مذاق کا جواب پست جملے سے دیا جائے تو محفل میں نہ صرف بدمزگی کا رنگ غالب آجائے گا بلکہ نوبت تلخ کلامی تک بھی پہنچ سکتی ہے۔

ایک ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے چلے جاتے ہیں۔گفتگو برائے گفتگو یا گفتگو برائے وقت گزاری تو ہر جگہ دیکھنے

میں آتی ہے لیکن جس گفتگو میں لطافت وظرافت شامل ہو جائے تو اس محفل کی سیزننگ (Seasaning) ہو جاتی ہے یعنی اس کا ذائقہ بڑھ جاتا ہے۔ مراد یہ کہ مزاح کا عُنصر محفل کو رواں دواں رکھنے میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس مضمون میں مرزا نوشہ کی لطافت وظرافت، شوخی وشگفتگی اور ان کے مزاح کی قدرتی خصوصیت یعنی اُن کی حسِ مزاح کا سراغ لگایا جائے گا۔

غالب دوستوں کی محبت میں بیٹھے ہوں، غالب کا فارسی مدرسی کے لیے مسٹر ٹامسن سیکرٹری گورنمنٹ ہند کے ہاں جانا ہو، مرزا کرنل براؤن کے روبرو پیش ہوں یا رام پور کے نواب کلبِ علی خاں کی بریلی روانگی کے وقت ان کے ساتھ موجود ہوں، یا آموں کے موسم میں بہادر شاہ ظفر کے ساتھ مہتاب باغ میں ٹہل رہے ہوں، مراد یہ کہ مرزا کہیں ہوں، کسی صورتِ حال میں ہوں، خط لکھیں یا شعر کہیں، اپنی خداداد صلاحیت شوخی وشگفتگی اور لطافت وظرافت کا اظہار کرتے چلے جاتے ہیں۔

غالب کی گفتگو میں پائی جانے والی شوخی وظرافت اور لطافت وملاحت نے انھیں دوسرے شعرا کی نسبت زیادہ ہر دل عزیز بھی بنایا ہے۔ مولانا حالی کا یہ بیان ملاحظہ کیجیے:

> ''مرزا کی تقریر میں ان کی تحریر اور ان کی نظم ونثر سے کچھ کم لطف نہ تھا اور اسی وجہ سے لوگ ان سے ملنے اور ان کی باتیں سننے کے مشتاق رہتے تھے، وہ زیادہ بولنے والے نہ تھے مگر جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا تھا، لطف سے خالی نہ ہوتا تھا۔''(۱)

مولانا حالی نے اپنی کتاب ''یادگارِ غالب'' میں مرزا غالب کے لطائف کے ذریعے ان کی طبعِ ظریف سے پردہ اٹھایا ہے۔ چند لطائف ملاحظہ کیجیے۔ کسی نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ حضرت! رتھ مؤنث ہے یا مذکر؟ آپ نے کہا:

> ''بھیا! جب رتھ میں عورتیں بیٹھی ہوں تو مؤنث کہو اور جب مرد بیٹھیں تو مذکر سمجھو۔''(۲)

مرزا غالب کو اپنی زندگی میں ایک ناگوار واقعہ پیش آیا کہ انھیں تین ماہ کی قید کاٹنا پڑی۔ ''جب مرزا قید سے چھوٹ کر آئے تو میاں کالے صاحب کے مکان میں آ کر رہے تھے۔ ایک روز میاں کے پاس بیٹھے تھے، کسی نے آ کر قید سے چھوٹنے کی مبارک باد دی۔ مرزا نے کہا: ''کون بھڑوا قید سے چھوٹا ہے، پہلے گورے کی قید میں تھا، اب کالے کی قید میں ہوں۔''(۳)

مرزا ۱۸۵۷ء کے محاربۂ آزادی میں دلی میں اپنے مکان میں بند ہو کر رہ گئے تھے۔ اسی زمانے میں مرزا کرنل براؤن کے روبرو گئے۔ کرنل نے پوچھا ''تم مسلمان ہو؟'' مرزا نے کہا ''آدھا'' کرنل نے کہا: ''اس کا کیا مطلب؟'' مرزا نے کہا: ''شراب پیتا ہوں، سؤر نہیں کھاتا۔''(۴)

> ''جاڑے کے موسم میں ایک دن طوطے کا پنجرہ سامنے رکھا تھا۔ طوطا سردی کے سبب پروں میں منہ چھپائے بیٹھا تھا۔ مرزا نے دیکھ کر کہا: ''میاں مٹھو! نہ تمہارے جورو نہ بچے، تم کس فکر میں یوں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہو؟''(۵)

اس میں شک نہیں کہ نظم میں غالب کا رُتبہ مُسلّم ہے اور ناقدین نے غالب کو سب سے بڑا شاعر قرار دیا ہے۔

لیکن غالب کی نثر یعنی ان کے خطوط میں موجود شوخی، شگفتگی، مزاح اور لطافت جیسے عناصر سے غالب کی شخصیت صاف شفاف نظر آتی ہے۔ غالب کی شاعری کی تفہیم کے لیے بڑے بڑے ناقدین اور شارحین نے اپنی بے پناہ توانائیاں صرف کی ہیں لیکن غالب کو پڑھتے ہوئے آج بھی تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ اس تشنگی کا مداوا کسی حد تک خطوطِ غالب کے مطالعے سے ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان خطوط میں غالب کی شخصیت مکمل طور پر جلوہ گر نظر آتی ہے، خصوصاً شوخی وظرافت کی بدولت غالب کی

شخصیت ہر خاص و عام کے دل میں گھر کر جاتی ہے۔ دوسرے شعرا کو شہرت کے میدان میں پیچھے چھوڑنے میں غالب کی اس خداداد خوبی کا بڑا ہاتھ ہے۔

جہاں تک غالب کی اُردو نثر کا تعلق ہے۔ اس کا آغاز ۱۸۵۷ء کو محاربۂ آزادی سے قبل ہو چکا تھا۔ یوں تو غالب کی اُردو نثر کا کُل اثاثہ ان کے خطوط و رُقعات، چند دیباچوں، تقاریظ، بُرہان قاطع کے حوالے سے لطائف غیبی تیغ تیز اور نامۂ غالب جیسے تین رسائل پر مشتمل ہے۔ اس سارے اثاثے میں ان کی فطری شوخی کے غماز ان کے خطوط ہی ہیں۔ اپنی بہت سی خوبیوں کے سبب غالب کے یہ خطوط اُردو نثر کو ایک نئی کروٹ دیتے نظر آتے ہیں۔ غالب کے خطوط میں جہاں، سادگی، سچائی، خلوص بے باکی، بے تکلفی اور برجستگی کے علاوہ عام بول چال کا انداز ملتا ہے وہاں غالب کی خوش طبعی اپنی الگ چھب دکھاتی ہے، اس لیے غالب کی شوخیِ طبع کے حوالے سے مولانا حالی کہہ اُٹھے:

> ''مرزا کی طبیعت میں شوخی ایسی بھری ہوئی تھی جیسے ستار کے تار میں سُر بھرے ہوتے ہیں اور قوتِ متخیلہ جو شاعری اور ظرافت کی خلاق ہے، اُس کے مرزا کے دماغ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو قوتِ پرواز کو طائر کے ساتھ۔''(۶)

ذیل میں دِیے گئے خطوطِ غالب کے چند ٹکڑے غالب کی فطری خوش مزاجی، چھیڑ چھاڑ، بے تکلفی اور شوخی وظرافت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

''میاں تمہارے دادا میاں امین الدین خاں بہادر ہیں۔ میں تو تمہارا دلدادہ ہوں۔''

''چھت چھلنی ہوگئی ہے، ابر دو گھنٹے برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے۔''

''کیوں بھئی! اگر ہم کوئی آئے بھی تو تم کو کیوں کر دیکھیں گے؟ کیا تمہارے ملک میں بھتیجیاں چچا سے پردہ کرتی ہیں۔''

''دھوپ بہت تیز ہے۔ روزہ رکھتا ہوں مگر روزے کو بہلاتا رہتا ہوں۔ کبھی پانی پی لیا، کبھی حقہ پی لیا، کبھی کوئی ٹکڑا روٹی کا کھالیا۔''

مولانا حالی نے کہا تھا کہ مرزا کی عام شہرت جس قدر اُن کی اُردو نثر کی اشاعت سے ہوئی، ویسی نظمِ اُردو اور فارسی میں نہیں ہوئی۔ مولانا حالی غالب کے کلام کا ریویو کرتے ہوئے غالب کی شوخی و ظرافت کا تذکرہ اس انداز میں کرتے ہیں:

> ''تیسری خدمت کیا ریختہ میں اور کیا فارسی میں، کیا نثر میں کیا نظم میں باوجود سنجیدگی ومتانت کے، شوخی وظرافت ہے، جیسا کہ مرزا کے انتخابی اشعار سے ظاہر ہوگا۔ مرزا سے پہلے ریختہ گو شعرا میں دو شخص شوخی وظرافت میں بہت مشہور ہوئے ہیں، ایک سودا دوسرے انشا مگر دونوں کی تمام شوخی وخوش طبعی، ہجوگوئی وفحش وہزل میں صَرف ہوئی۔ بخلاف مرزا غالب کے کہ انھوں نے ہجو یا فحش وہزل سے کبھی زبانِ قلم کو آلودہ نہیں کیا۔''(۷)

شوخی وظرافت غالب کی شخصیت میں رچی بسی نظر آتی ہے اور وہ اپنی اس صلاحیت کے ذریعے زندگی کی تلخیوں اور مصیبتوں کا ہنستے مسکراتے مقابلہ کرتے ہیں۔ غالب کے مزاج میں پائی جانے والی ظرافت نے ان کی شاعری میں ایک ایسا انفرادی رنگ پیدا کیا ہے جس کا دوسرے شعرا کے ہاں فقدان ہے۔

غزل جیسی سنجیدہ صنف جس میں غزال کی سی چیخ ہی سمائی جاسکتی ہے، اس میں غالب نے شوخی وظرفت کی گنجائش نکال لی۔ غالب کی شاعری میں جو مزاح کا عنصر ہے، اس کی حدیں نفاست اور متانت سے جاملتی ہیں۔ ان کے اشعار میں تبسم زیرِ لب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ آیئے وہ اشعار ملاحظہ کیجیے، جن سے شوخی مترشح ہوتی ہے:

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

دے وہ جس قدر ذِلّت ، ہم ہنسی میں ٹالیں گے
بارے ، آشنا نکلا ان کا پاسباں اپنا

بہرا ہوں بھی تو چاہیے دونا ہو التفات
سُنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر

میں نے کہا کہ ''بزمِ ناز چاہیے غیر سے تہی''
سُن کے ستم ظریف نے مجھ کو اُٹھا دیا کہ ''یوں''

کبھی جو یاد بھی آتا میں تو کہتے ہیں
کہ آج بزم میں کچھ فتنہ و فساد نہیں

واں گیا بھی میں تو ان کی گالیوں کا کیا جواب
یاد تھیں جتنی دعائیں ، صرفِ درباں ہوگئیں

جانتا ہوں ثوابِ طاعت وزُہد
پر طبیعت اِدھر نہیں آتی

ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے نکرین
ہاں ، منہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی بُو آئے

کبھی نیکی بھی اس کے جی میں گر آجائے ہے مجھ سے
جفائیں کر کے اپنی یاد ، شرما جائے ہے مجھ سے

گدا سمجھ کے وہ چُپ تھا ، مری جو شامت آئی
اُٹھا اور اُٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

یہ قطعہ دیکھیے:

اِفطارِ صوم کی کچھ اگر دست گاہ ہو
اُس شخص کو ضرور ہے روزہ رکھا کرے
جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو
روزہ اگر نہ کھاوے تو ناچار کیا کرے

غالب ہی کی رُباعی میں شوخی ملاحظہ کیجیے:

سامانِ خورد خوب کہاں سے لاؤں
آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں
روزہ مرا ایمان ہے ، غالب لیکن
خس خانہ و برخاب کہاں سے لاؤں

یوں تو غالب کی شوخی وظرافت اور ان کے طنز ومزاح کے حوالے سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن اس مضمون میں چند ان اُردو تاریخ نویسوں اور نقادوں کی آرا پیش کی جارہی ہیں جن کا فرمایا ہوا واقعی مستند ہے۔

رام بابو سکسینہ مرزا غالب کے کلام میں شوخی وظرافت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''مرزا کی شاعری میں جو مایوسی اور درد کی تاریکی ہے اس کو ان کی طبعی ظرافت اور شوخی اکثر دور کردیتی ہے۔ اکثر اشعار میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حُزن ویاس کے ابر میں ظرافت کی دھوپ نکلی ہوئی ہے۔ ان کی ظرافت کی لطافت اور شوخیِ کلام کی نزاکت کو ہم بے تکلف ایک نازک پھول کے ساتھ تشبیہ دے سکتے ہیں مگر ان کی ظرافت کبھی حدِ اعتدال سے بڑھ کر پھکڑ نہیں ہو جاتی اور متین سے متین آدمی اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔''(۸)

محمد موسیٰ کلیم غالب کی شوخیِ اظہار کے بارے میں لکھتے ہیں:

''غالب کی شوخیِ اظہار کو جو مقام حاصل ہے اس کی مثال اُردو ادب میں نہیں ملتی۔ شاعر کتنی بڑی تلخ حقیقتوں کو اپنی شوخ بیانی سے گوارا بناتا ہے۔ وہ بظاہر ہنستا ہے، واقعات کی روش پر طنز کرتا ہے، منہ چڑاتا ہے، طیش میں آجاتا ہے لیکن اس کے سینے میں ایک کرب ہے، ایک دردِ پنہاں ہے، ایک رنجِ نارسائی ہے غرض یہ کہ مرزا غالب کی شوخیِ اظہار کا یہ عالم ہے کہ یاس وحرمان کے بوجھ تلے دب جانے والے جذبات بھی زندہ ومتحرک رہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مرزا غالب کے نغمے میں ایک انبساطی لے پائی جاتی ہے اور وہ نتیجہ ہے ان کی بشریت سے محبت کا، اگرچہ یہ ان کے ساز کی بنیادی لے ہرگز نہیں۔''(۹)

ڈاکٹر عبادت بریلوی غالب کی شوخی وشگفتگی کے بارے میں ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

''اُردو میں ان کی سی باغ و بہار شخصیت کا شاعر کوئی اور پیدا نہیں ہوا۔ ویسے بہت بڑا دعویٰ ہے کیوں کہ سودا، انشا اور اکبر کے سے شاعر بھی اُردو میں پیدا ہوئے ہیں، جن کی بنیاد ہی شوخی اور شگفتگی پر ہے لیکن غالب کی شخصیت میں جو بات تھی، وہ ان شعرا میں بھی نہیں ہے۔

غالب کی طبیعت میں جو رچاؤ اور ان کے مزاح کی جو پُر کاری تھی، اس سے سودا، انشا اور اکبر محروم تھے، ان سب کے ہاں شوخی ضرور ہے لیکن ان کی شوخی کی تہ میں کسی سے اُلجھنے، کسی سے لڑنے، کسی کی نفی کرنے کا ہاتھ ضرور کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ غالب کے یہاں یہ الجھنے والی بات نہیں تھی۔ وہ ہر چیز سے محظوظ ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ہر بات ان کے یہاں لطیف احساس کو بیدار کرتی تھی۔ وہ غلط باتوں پر مسکرا سکتے تھے۔ سنجیدہ معاملات پر بھی ان کی طبیعت رواں ہو سکتی تھی اور یہ سب کچھ کرشمہ تھا مزاح کی اس خصوصیت کا جسے عام طور پر احساسِ مزاح یا "Sense of Humour" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ غالب کی شخصیت میں یہ خصوصیت کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور یہ اسی کا اثر ہے کہ ان کی شخصیت میں شوخی کا وہ رچاؤ ملتا ہے جس نے ان کی شاعری میں گُل کاریاں کی ہیں اور اسے زعفرانِ زار بنا دیا ہے۔'' (۱۰)

اگر ہم غالب کے کلام کا مطالعہ کریں اور مندرجہ بالا آرا کو ذہن میں رکھیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ غالب کے ہاں جو شوخی و ظرافت پائی جاتی ہے، وہ ہنسی، مذاق اور قہقہہ کے عام مفہوم سے مختلف ہے غالب کے ہاں جو مزاح پایا جاتا ہے، وہ لطافت، نفاست، متانت اور سنجیدگی پر مبنی ہے۔ غالب کا مزاح ایک فہم، ایک دانش، وضع داری، رکھ رکھاؤ اور ایک تہذیب کا نام ہے۔ ہمارے عہد کے مزاح نگار شعرا تو بیویوں، سسروں، ساسوں، سالے سالیوں، یعنی ''سسرائیلیوں'' کے دائرے سے باہر ہی نہیں نکلتے۔

ڈاکٹر وزیر آغا نے غالب کے کلام میں پائے جانے والے مزاح کو شاعرانہ مزاح (Poetic Humour) کا نام دیا ہے:

''غالب کے کلام میں شاعرانہ مزاح (Poetic Humour) کے بعض نہایت نفیس نمونے ملتے ہیں۔ بادی النظر میں شاعرانہ مزاح اس مزاح کو کہتے ہیں جو اگر اُبھرے تو تبسم تک آ کر رک جائے اور بڑھے تو زہر خند کی صورت اختیار کرے مگر در حقیقت یہ مزاح شاعر کے احساسات کی گہرائی اور اس کی حقائق پر کڑی گرفت کا نتیجہ ہوتا ہے اور چوں کہ یہ چیزیں شاعر کو زندگی کے کھوکھلے پن کا گہرا احساس دلاتی ہیں۔ لہٰذا وہ مزاح کی قینچی سے ہر اس انسانی خواب کے پر کاٹتا چلا جاتا ہے جو انسان کے دل میں کبھی نہ پوری ہونے والی خواہشات کا طوفان پیدا کر دے۔ زیادہ واضح الفاظ میں ایسا مزاح نگار ایک نمایاں تبسم سے خواب پرست کو خواب کے انجام کا احساس دلا کر اس کے حد سے بڑھے ہوئے جوش کو ٹھنڈا کرتا اور اس کی توقعات کی تندی کو کم کر کے اسے آنے والی ناکامیوں کے لیے تیار کرتا ہے اور دیکھا جائے تو یہ ایک بہت بڑی انسانی خدمت ہے۔'' (۱۱)

غالب کی زندگی غموں اور دُکھوں کی داستان تھی۔ بچپن میں والد کے سائے سے محرومی، خاندانی پنشن کی بندش، غمِ رزق، غمِ اولاد، قید، سقوطِ دہلی کے مصائب، گھریلو زندگی کی تلخیاں، بھائی کی بیماری اور زمانے کی ناقدری ایک جان غم ہزار کے مترادف ہے۔ ان دکھوں اور غموں میں غالب آنسو بہاتے نظر آتے ہیں لیکن ان کے آنسوؤں میں مسکراہٹ کی آمیزش ہوتی ہے اور یہی مزاح کی اعلیٰ قسم ہے۔

حوالہ جات

۱۔ حالی، الطاف حسین، مولانا، یادگارِ غالب، مکتبۂ عالیہ، ۱۹۸۷ء، ص:۴۰

۲۔ ایضاً، ص:۲۹

۳۔ ایضاً، ص:۳۲۔۳۱

۴۔ ایضاً، ص:۳۸

۵۔ ایضاً، ص:۸۵

۶۔ ایضاً، ص:۱۶۰

۷۔ ایضاً، ص:۱۱۳

۸۔ سکسینہ، رام بابو، تاریخِ ادب اردو، لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۴ء، ص:۳۶۰

۹۔ تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند، جلد سوم، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۱۵ء، ص:۵۶۔۱۵۵

۱۰۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، غالب اور مطالعۂ غالب، لاہور: ادارۂ ادب وتنقید، ۱۹۹۴ء، ص:۲۴۵

۱۱۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اُردو ادب میں طنز و مزاح، لاہور: مکتبۂ عالیہ، ۱۹۹۹ء، ص:۸۷

☆......☆......☆